ایاز رسول نازکی کا سفر نامہ 'ایران دوست دارم'

ڈاکٹر شاہ فیصل

''ایران دوست دارم'' ایاز رسول نازکی کا ایک ایسا سفر نامہ ہے، جس میں انہوں نے ایران کے ایک نہیں بلکہ دو اسفار کے احوال قلمبند کئے ہیں۔ پہلا سفر انہوں نے جشن نوروز میں شرکت کی غرض سے مارچ 2011ء میں اور دوسرا سفر جنوری 2017ء میں ایک سیمینار میں شرکت کی خاطر کیا۔ یہ مختصر سفر نامہ اس اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے کہ نازکی صاحب نے منظّم اور مربوط انداز میں جشن نوروز اور سیمینار کی مختلف نشستوں کے احوال کے علاوہ ایرانی تہذیب و ثقافت، تاریخ و تمدن، فارسی زبان وادب، مختلف مقامات ومحلات، میوزیم ومخطوطات، کتب خانوں و عجائب گھروں اور آزادئ نسواں وشہروں کی چمک دمک کے بارے میں قدیم وجدید معلومات یکجا کی ہیں۔

ایران ایک ایسا ملک ہے جس کے ساتھ ہماری مذہبی، لسانی اور جذباتی وابستگی بھی رہی ہے اور یہ ہمارے اسلاف اور کئی بزرگان دین کی سرزمین بھی رہی ہے۔ سچ پوچھیے تو یہ ہماری تہذیب اور ثقافت کا اصل منبع بھی ہے۔ اسی سرزمین سے سید علی ہمدانیؒ واردِ کشمیر ہوئے۔ جن کی آمد سے یہاں مذہبی، لسانی، معاشی اور ثقافتی سطح پر ایک بڑا

انقلاب برپا ہوا۔موسیقی سے لیکر دستکاری تک' زبان و ادب سے لیکر تہذیب و معاشرت تک ہمارے یہاں زندگی کے ہر پہلو پر ایرانی تہذیب وثقافت کا اثر آج بھی عیاں ہے۔اسی بناء پر کشمیر کو ایرانی صغیر کہا جاتا ہے ۔شاید اسی لیے ایاز رسول نازکی نے اپنے سفر نامے کی ابتداء میں ایرانی تہذیب وثقافت کا ذکر پر کشش انداز میں کیا ہے۔انہوں نے اپنے سفر نامے میں جا بجا کشمیر کی ایران سے ملتی جلتی ثقافت و معاشرت، عادات واطوار، روایات ورسومات، فنون لطیفہ اورلسانی روابط کا ذکر چھیڑا ہے اور کہیں کہیں تاریخی مقامات یا تاریخی یادگار دیکھ کر اُن کا موازنہ کشمیر کی تاریخ سے کرتے ہیں۔ سرزمینِ ایران سے عقیدت ومحبت کا اندازہ نازکی صاحب کے اس اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے۔

''ایران جس کے بارے میں بزرگوں سے سنا تھا، کتابوں میں پڑھا تھا، خبروں میں آمنا سامنا ہوا تھا۔پہلی بار قریب سے دیکھنے ،ہاتھ بڑھا کر چھونے اور محسوس کرنے کی نوبت آئی تو واقعی ایک تہذیبی اور تمدنی شناخت میں کہیں اندرون میں ایک انگڑائی لی۔ وہاں پہونچنے پر وہی کیفیت کے کھول آنکھ، زمین دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ۔اور اپنے بزرگوں کے قدموں کے نشان ڈونڈو اوران انگلیوں میں سر بسجو دگزر کہ جن میں کسی زمانے میں اُن کا گذر رہوا کرتا ہوگا۔ہم ٹائم اور تمدنی سطح پر کئی کئی صدیوں تک ایرانِ کبیر سے منسلک رہے،حتی کہ کشمیر کی حسین وجمیل وادی ایرانِ صغیر کے نام سے جانی پہچانی جانے لگی۔ یہاں کی تہذیب و تمدن ، ثقافت ،روزمرہ، زبان وادب، اٹھنا بیٹھنا،نشست و برخاست ،رسوم ورواج، دین،عقیدت ، مذہب،غرض کون سا شعبہ ہے جس پر آج بھی ایرانی تہذیب وتمدن کی چھاپ نہیں؟''

جیسا میں نے عرض کیا کہ نازکی صاحب نے کئی تاریخی مقامات کا موازنہ کشمیر کی تاریخ

سے کیا ہے۔ جب انہیں دوسری مرتبہ ایران جانے کا موقع ملا تو دوران مشاہدہ ایک میوزیم میں اُن کی نگاہ ایک انسانی ڈھانچے پر پڑی۔اس ڈھانچے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد انہیں اپنے وطن عزیز کے علاقہ 'برز ہامہ' کے کھنڈر ذہن میں آئے۔وہ دونوں مقامات میں مشابہت دیکھ کر ان کا موازنہ یوں کرتے ہیں:

> ''اس مجسمے کی دریافت ہونے سے اس بات کا انکشاف بھی ہوا کہ تہران کا شہر ''رے'' نامی بستی کو اپنے اندر سمو دیا ہوگا۔ یہ بستی لگ بھگ پانچ ہزار برس پہلے اس علاقے میں مکین انسانوں پر مشتمل تھی۔ یہ جنگجو قسم کے لوگ تھے اور زمین دوز رہتے تھے۔ مجھے یہ جانکاری حاصل ہوئی تو اپنے برزہ ہامہ کے قدیم ترین باشندے یاد آ گئے۔وہ بھی زیرزمین اقامت گاہوں میں رہتے تھے اور وہ بھی آج سے لگ بھگ پانچ ہزار برس پہلے اس دنیا میں بودوباش کرتے تھے۔کیا ''رے'' اور ''برزہ ہامہ'' کے لوگوں کا آپس میں کوئی رشتہ تھا۔؟''

دوسری جگہ 'برزہ' اور 'البرز' کا موازنہ یوں لکھتے ہیں:

> ''کیا ہمارا ''برزہ'' اور ''البرز'' کا کوہستانی سلسلہ کہیں نہ کہیں آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ ''برزہ'' لفظ کے ڈانڈے سنسکرت کے ''برت'' سے بھی ملتے ہیں اور ہو نہ دونوں یعنی ''البرز'' اور کشمیری ''برزہ'' ایک ہی بنیادی روایت کے حامل ہوں۔''

سفرنامے میں اس کے علاوہ بھی چند اقتباسات ہیں جن سے کشمیر اور ایران کے باہمی روابط کی طرف اشارے ملتے ہیں۔

نازکی صاحب نے نہ صرف ایرانی تہذیب وثقافت سے گہری عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے بلکہ فارسی زبان وادبیات کے ساتھ بھی جذباتی اور روحانی وابستگی

کا والہانہ اعتراف کیا ہے۔فارسی زبان وادبیات کوکشمیری عوام نے ایرانی تہذیب و ثقافت کی مانند اپنی دھڑکنوں میں شامل کیا ہے۔اس سرزمین نے کئی شعراء عالم اور فاضل پیدا کئے جنھوں نے فارسی زبان میں اپنی تخلیقات کے اعلیٰ نمونے پیش کئے ہیں۔اگرچہ ہمارے یہاں فارسی زبان و ادب اورعلوم وفنون کی بنیادیں پہلی جیسی مضبوط نہیں ہیں تاہم اس کے چاہنے والے آج بھی موجود ہیں۔یہاں تک کہ کشمیر میں ہائراسکنڈری، کالج اور یونیورسٹی سطح پر آج بھی فارسی زبان وادب کوایک مضمون کے طور پر پڑھایا جاتا ہے۔فارسی زبان و ادب کے ساتھ عقیدت و احترام کے جذبات واحساسات کو نازکی صاحب نے الفاظ کا جامہ پہنا کر ہمارے ذہنی خیابانوں میں تروتازگی پیدا کی ہے۔لکھتے ہیں۔

''فارسی تہذیب کی سب سے بڑی بڑی سب سے معتبر اور سب سے خوبصورت علامت فارسی زبان ہے۔یہ زبان اپنی شناخت اور اپنی ہیئت کی بناء پر شاعری اور موسیقی کے لیے دنیا کی سب سے زیادہ موزون زبان ہونے کا دعویٰ پیش کرسکتی ہے۔اس زبان اوراس کے شعروادب سے کشمیر میں رہنے والا علمی طبقہ ہر دور میں نہ صرف آشنا رہا بلکہ اس میں اپنی ذہنی اور فکری استعداد کے مطابق کشمیری جامہ وار کی طرز پر گل بوٹے بھی کاڑھتا رہا۔شیخ یعقوب صرفیؒ، بابا داود خاکیؒ، ملامحسن فانیؒ، حبیب اللہ حبیؔ نوشہری اورسب سے بڑھ کے معتبر نام طاہر غنی کشمیری نے فارسی شعروسخن کا دامن کشمیر کے مہکتے پھولوں سے بھر دیا اوراپنی کاوشوں کی داد بھی پائی۔کئی صدیوں پر پھیلے ہوئے اس سرمائے نے فارسیٔ کشمیر کا ایک الگ دبستان ترتیب دیا۔مگر یہ سب اب داستان پارینہ ہے۔''

دوران سفر نازکیؔ صاحب کو کئی علمی و ادبی شخصیات کا نیاز حاصل ہوا جن میں شعراء و ادباء کے علاوہ دیگر علوم وفنون سے وابستگی رکھنے والے فضلاء شامل ہیں۔جن کا ذکر

ذکر نازکی صاحب نے مناسب موقع ومحل کے حساب سے کیا ہے ۔ ایسے افراد میں ڈاکٹر سعید اکبر علی شاہ جعفری ،صدر ایران ڈاکٹر احمدی نثراد، پروفیسر آفتاب، پروفیسر علی بیات ، ڈاکٹر رستم شکوراو، سید ھادی کیا سری، علامہ مہجور، پروفیسر فائز ، نامور گلوکار محمد اشرف خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ان میں سے چند شخصیات کی انہوں نے ایسی تصویر کشی یا یوں کہیے ان کے مختصر شخصی خاکے پیش کیے ہیں کہ ان کی شخصیت کے ظاہری خدوخال، کردار اور گفتار کے ساتھ ساتھ مزاج اور فکری روّیوں سے بھی قاری آشنا ہو جاتا ہے ۔ مثلاً ایران کے صدر ڈاکٹر احمدی نثراد کے بارے میں لکھتے ہیں :

''پروگرام شروع ہونے ہی والا تھا کہ اچانک میری نظر اپنے بائیں گی ۔ایک لمحے کیلئے یقین کرنا مشکل ہوگا ۔ جو شخص ایک دلآویز مسکراہٹ کے ساتھ تیز قدم اٹھاتا ہوا ہماری جانب آ رہا تھا ۔ بنا کسی پروٹوکال، بنا کسی تام جام اور کروفر اپنے مست مولا انداز میں کوئی اور نہیں بلکہ صدر ایران ڈاکٹر احمد نثراد تھا ۔ان کے ساتھ صرف ایک اور ساتھی تھا ۔آن کی آن میں وہ ہمارے پاس پہونچ گئے ۔ ہم جھٹ کے کھڑے ہو گئے وہ آگے بڑھے، انہوں نے یکے بعد دیگرے ہم تینوں سے ہاتھ ملایا ۔ میری باری آئی تو میں نے سلام کے بعد کہہ دیا کہ میں کشمیر سے آیا ہوں ۔ انہوں نے بھرپور مسکراہٹ سے تپاک سے ہاتھ ملایا ۔ گلے لگایا اور کہا: شما در قلب ماہستین (آپ ہمارے دل میں رہتے ہیں)''

ایران کے دوسرے سفر کے دوران نازکی صاحب پاکستان کے مشہور شاعر افتخار عارف کے ساتھ بھی ملاقی ہوئے ۔انہوں نے افتخار عارف سے اپنی ملاقات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

''افتتاحیہ سیشن کے دوران خوش قسمتی سے میرا اُن سے (افتخار راغب) سے تعارف ہو گیا ۔ میں نے علیک سلیک کے بعد انہیں یاد دلایا کہ آپ

ایک بار میرے والد مرحوم غلام رسول نازکی سے لندن میں ملے تھے۔انہوں نے جواباً کہا: جب شرکاء میں آپ کا نام لیا گیا تو مجھے نام کی نسبت سے وہ یاد آئے۔میں نے کہا آپ نے انہیں اپنی کتاب "مہر دو نیم" بھی دی تھی.........ہاں وہ ان ہی دنوں آئی تھی........اس طرح ہم کچھ دیر تک گفتگو کرتے رہے۔دوسرے روز اُن سے پھر مڈبھیڑ ہوئی۔میں نے پوچھا حضور کشمیر کب آیئے گا؟ وہاں آپ کے کافی مداح ہیں۔''انہوں نے جواب دیا: ابھی تو ناممکن لگتا ہے۔ہاں شاید کشمیر کی آزادی کے بعد!''

اس کے علاوہ انہوں نے کئی دیگر شخصیات کی اعلیٰ ظرفی اور خوش اخلاقی کے بارے میں بھی کئی دلچسپ واقعات قلمبند کیے ہیں۔

سفر نامے میں بعض اقتباسات سے محسوس ہوتا ہے کہ نازکی صاحب نے محقق کی آنکھ سے ہر شے اور مقام کو دیکھنے کی کوشش کی ہے۔مثلاً ایرانی چائے کی مٹھاس اور لذت کے ساتھ ساتھ ایران میں چائے کی کاشت و پیداوار کے حوالے سے انہوں نے جو تفصیلات پیش کی ہیں ،اُن سے ایرانی چائے کی مٹھاس‘اس کے اقسام کے علاوہ چائے کی پیداوار تک کی پوری تاریخ سامنے آجاتی ہے۔مثلاً ایران میں چائے کی کاشت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''لاہیجان کے شہزادہ محمد رضا نے 1899ء میں چائے کے بارے میں ایک نہایت ہی دلچسپ اور اہم کارنامہ انجام دیا۔وہ ایک فرانسیسی مزدور کے بھیس میں کانگڑہ ہندوستان پہونچا۔ایک چائے کے باغ میں ملازم ہوگیا۔یہاں وہ چائے کی کاشت اور اس کی پیداوار کے دیگر مراحل سے آگاہ ہوا۔اسے معلوم تھا کہ انگریز حکمران کبھی بھی ایران میں چائے کی پیداوار کی حمایت نہیں کریں گے کیونکہ اس زمانے میں چائے کی بین

الاقوامی تجارت پر انگریزوں کا تسلط تھا۔شہزادے نے واپس ایران لوٹتے ہوئے تین ہزار ننھے ننھے چائے کے پودے کانگڑہ سے سمگل کئے اور پہلی بار ایران کے علاقے گیلان میں چائے کی باضابطہ کاشت شروع کروا دی۔لاہیجان میں اس چائے کے عاشق شہزادے کا مقبرہ قومی چائے میوزیم کا حصہ ہے۔''

سفر نامے کی ایک خوبی یہ بھی ہے کی ایاز رسول نازکی نے کوئی ایسا واقعہ یا قصہ بیان نہیں کیا ہے جو خیالی یا فرضی ہو۔انہوں نے جو آنکھوں دیکھا' اور جو مشاہدے اور مطالعے سے گزرا، اُن ہی واقعات اور مقامات کے بارے میں خیالات کو نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ سفر نامے کا حصہ بنایا ہے۔مثلاً مغربی مما لک کو ہمیشہ یہ شکایت رہی ہے کہ ایران میں عورتوں پر طرح طرح کی پابندیاں عائد ہیں۔مغربی میڈیا نے ایرانی عورت کو بے بس اور مظلوم روپ میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔سفر نامے میں نازکی صاحب اس حقیقت سے ہمیں آشنا کراتے ہیں کہ ایران میں عورتوں پر اس طرح کی کوئی پابندی عائد نہیں ہے۔وہ شانہ بشانہ مردوں کے ساتھ گام پر بے خوف و خطر نظر آتی ہیں۔ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:۔

''قیام تہران کے دوران ایک اور بات کا انکشاف ہوا۔وہ یہ کہ مغربی ذرائع وابلاغ نے ایرانی عورتوں کی مبینہ اور اُن پر ہونے والے ظلم و جبر کی جو تصویر کھینچی ہے اور سراسر بے بنیاد ہیں۔ہم نے ایرانی خواتین کو زندگی کے ہر شعبے میں مردوں کے شانہ بشانہ پایا۔ایرانی لڑکیاں ہر جگہ نظر آئیں۔آپ ہوٹل دیکھیں، بڑے بڑے شوروم دیکھیں، دفتر دیکھیں، زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں پائیں گے جو عورتوں پر بند ہو۔''

زبان و بیان کی چاشنی بھی اس سفر نامے کی ایک خوبی ہے۔انہوں نے سفر نامے میں ہر لفظ موضوع کی مناسبت سے استعمال کیا ہے اور جملوں کے خوبصورت استعمال سے

سفرنامہ کو پُر لطف بنایا ہے۔ نازکی کے اسلوب پر کہیں کہیں افسانوی رنگ بھی حاوی نظر آتا ہے جو زبان و بیان کی لطافتوں اور نزاکتوں سے اور مزین ہو گیا ہے۔ مثلاً شہر تہران کی رونق کو اپنے منفرد اسلوب میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> ''سفر کے دوران تہران کی سڑکوں پر دائیں بائیں عظیم الشان عمارتیں دیکھنے کا موقع ملا۔ پہلی ہی نظر میں اس شہر سے عشق ہو گیا۔ یہ شہر شہر جمال ہے۔ ہر طرف خوبصورت منقش در و دیوار ہیں۔ ہر ایک ذرّے پر فارسی تہذیب اپنی تمام تر جمال آرائیوں کے ساتھ جلوہ ساماں ہیں۔ یہ مانی کی مصوری کا شاہکار ہے۔ یہ بہزاد کے موِقلم کا اعجاز ہے، یہ خیاؔم کی رباعیوں کی محسور کن فضا ہے۔ یہ سعدیؔ، رومیؔ، حافظؔ، اروکیؔ، فردوسیؔ کے نطق بے بہا کا کرشمہ ہے۔ تہران ایک غزل ہے یا مثنوی، یہ فارسی شاعری کا مجسم ہے۔ یہ فارسی موسیقی کی متکلم ہے۔ کسی نے پوچھا آپ کو تہران کیسا لگا؟ پہلے دن کے مشاہدے کی بناء پر میں نے کہا تھا ''تہران تہذیب ہے''۔ دوسرے دن کے تجربات کی بناء پر میں نے اپنے کہے میں ترمیم کی تھی۔ ''تہران شاعری ہے'' اور واقعی تہران سرتاپا شہر ہے۔ خوبصورت مرصع، مرقع''

مجموعی طور پر یہ سفرنامہ مختصر ہونے کے باوجود اپنے اندر معلومات کا ایک ذخیرہ سمیٹے ہوئے ہے۔ اس سفرنامے میں ایاز رسول نازکیؔ نے ایران کی جغرافیائی و تاریخی صورت حال سے زیادہ ایران کی تہذیب و معاشرت اور ایران کی تئیں اپنی قلبی اور فکری ہم آہنگی کا بیان کیا ہے۔